رئیس احمد جعفری

قرشیت

(مسلسل) ــــــــــــــ

یہ کہ ضروری ہے امام قرشی ہو۔ قریش کی فضیلت میں آثار کثیرہ وارد ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امارت (خلافت) انہی میں رہنی چاہیے۔ ان آثار میں سے ایک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"جب تک لوگوں میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں گے امر خلافت قریش میں رہے گا۔"

صحیحین ــــ بخاری و مسلم ــــ میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"امارت میں لوگ قریش کے تابع ہیں، مسلمان، مسلمان کے، کافر، کافر کے۔"

ایک اور موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"معاملہ خیر کا ہو یا شر کا، لوگ قریش کی پیروی کریں گے۔"

بخاری میں امیر معاویہ کی ایک روایت ہے کہ:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ:

امر امارت قریش کے ہاتھ میں رہے گا۔ جب تک یہ اقامت دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ اس باب میں ان کے خلاف جو بھی سر اٹھائے گا، خدا اسے رسوا کرے گا۔"[1]

ــــــــ

بلاشبہ ان نصوص سے قریش کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور اس سے بڑھ کر قریش کے لیے

ــــــــ

[1] منہاج السنۃ، ج ۵، ص ۳، (ابن تیمیہ)

فضل وشرف کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود رسالت مآبؐ قریشی تھے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ان دلائل سے واقعی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت قریش ہی میں ہمیشہ رہے گی؟ غیر قریش کے ہاتھ میں نہیں جا سکتی؟ نیز یہ کہ شرط ولایت و امارت یہی ہے کہ خلیفہ قریشی ہو؟

عمل کا جہاں تک تعلق ہے بلا شبہ شروع میں یہی تھا کہ خلیفہ قریشی ہو۔ چنانچہ سقیفۂ بنی ساعدہ کے اجتماع میں جب مسلمان خلیفہ منتخب کرنے کے لیے جمع ہوئے تو انھوں نے مہاجرین ہی میں سے خلیفہ منتخب کیا، اور یہ کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبے کے بعد انجام پایا۔ لیکن ایک موقع پہ ایک مہاجر کو خلیفہ اس بنا پر نہیں بنایا گیا کہ نص حدیث سے یہ ثابت تھا کہ خلیفہ قریشی ہی ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کے دو سبب تھے:

۱۔ ایک یہ کہ مہاجر، انصار پر ایک گونہ فضیلت رکھتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں بھی پہلے انھی کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اول اسلام میں جو شدائد و مصائب انھوں نے برداشت کیے، جس ابتلا سے دوچار ہوئے اور حسن صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، اس کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اسلام کے نمودار ہونے سے پہلے بھی قریش اپنا ایک مخصوص مقام رکھتے تھے، اور ظہور اسلام کے وقت بلاد عربیہ میں وہ ایک خاص منزلت رکھتے تھے۔ اسی لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خطبے کے آخر میں فرمایا تھا:

"عرب قبیلۂ قریش کے سوا کسی کی سیادت نہیں قبول کر سکتے۔"

چنانچہ اس ارشاد کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ احادیث میں قریش کی جو فضیلت مذکور ہوئی ہے وہ اسی مفہوم میں ہے۔ البتہ امیر معاویہ کی روایت کا مفہوم یہ نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ قریش ہی میں سے ہوا کریں گے، اور جو ان کے مقابلے میں آئے گا خائب و خاسر ہوگا۔

لیکن اس روایت سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

کیا یہ ایک واقعہ سے متعلق خبر تھی جو زبانِ رسالتؐ سے دی گئی تھی۔ یا یہ ایک حکم اور فرض

تھا جس پر عمل کرنا ضروری اور لازمی تھا؟

واقعہ کا جہاں تک تعلق ہے بے شک خلفاء اربعہ، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کی صورت میں یہ بات واقعہ ہو کر رہی کہ یہ سب قریشی تھے۔

اور یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیے کہ امیر معاویہ کی روایت میں خلیفۂ قریشی کے لیے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ جب تک "اقامت دین کی سرگرمیاں جاری رکھے۔" اور کوئی قریشی خلیفہ یہ سرگرمیاں جاری نہیں رکھتا، اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوتا تو امر خلافت اس شخص کے ہاتھ میں چلا جائے گا جو اقامت دین کا فریضہ انجام دے خواہ وہ قریشی ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اخبار و آثار کے ان نصوص سے اس بات کی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی کہ خلافت ہمیشہ اور ہر حالت میں قریشی ہی کے ہاتھ میں رہنی چاہیے۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر قریشی کی امامت و خلافت کو خلافت نبویہ نہیں تصور کیا جائے گا۔

اور فرض کر لیا جائے کہ ان اخبار و آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یہ تھی کہ خلافت قریش ہی کے ہاتھ میں رہے، پھر بھی یہ نہیں ثابت ہوتا کہ یہ مرضی وجوب کا درجہ رکھتی تھی۔ اس سے زیادہ جو کچھ ثابت کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خلافت اگر قریش کے ہاتھ میں رہے تو یہ افضل ہے، نہ یہ کہ صحت خلافت مبنی ہے قرشیت پر، اور یہی بات درست ہے۔

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ آثار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلافت قریش کے پاس رہنی چاہیے، تو یہ بات اس سے کہیں زیادہ واضح ہے کہ یہ صرف اظہار فضیلت کے لیے ہے تکمیل صحت کے لیے نہیں، جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ:

"میرے دوست نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں سمع و طاعت اختیار کروں اگرچہ والی

کوئی نکٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

بخاری کی روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سمع و طاعت اختیار کرو اگرچہ تمھارا حاکم گنجا ہی کیوں نہ ہو۔"

صحیح مسلم میں ام الحصین کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"اگر تمھارا حاکم نکٹا عبد سیہ فام ہی کیوں نہ ہو مگر اس وقت تک سمع و طاعت اختیار کیے رہو جب تک وہ تمھیں کتاب اللہ کی طرف لے جاتا ہو۔"

ان نصوص کو اس حدیث سے ملایے کہ:

"امر خلافت قریش میں رہے گا۔"

تو ان نصوص سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریش میں امامت کا ہونا اور رہنا لازم نہیں ہے، نہ غیر قریش کی خلافت غیر صحیح ہے۔ بلکہ غیر قریش کی امارت و خلافت بلا شائبۂ شک و ریب صحیح ہے۔ اور امر خلافت کا قریش میں رہنا، از قبیل اخبار غیب ہے جیسے آپؐ کا یہ ارشادِ گرامی کہ:

"میرے بعد خلافت تیس سال تک قائم رہے گی، اس کے بعد سلاطین و ملوک کا دَور شروع ہو جائے گا۔"

اب رہا حضرت ابو بکرؓ کا اور ان صحابہ کا جو ان کے ساتھ تھے قریش کی خلافت و امامت سے متعلق قول تو وہ مشروط ہے دو چیزوں پر:

۱۔ تقویٰ

۲۔ شوکت وقوت

یہ دونوں چیزیں کسی وقت اگر غیر قریشی میں پائی جائیں اور قریش میں نہ ہوں تو خود حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ارشاد کے مطابق، اور جن صحابہ نے ان سے اتفاق کا اظہار کیا تھا ان کے قول کے مطابق قریش میں عدم تقویٰ، اور عدم شوکت وقوت کی صورت میں غیر قریشی کی خلافت بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ جب دارومدار تقویٰ، قوت اور شوکت پر ٹھہرا تو خلافت اس کا حق ہے جس میں اوصاف پائے جائیں۔

بہرحال یہ تھا خلافت سے متعلق قرشیت کی شرط لازم پر ایک تحقیقی جائزہ، نیز اس سلسلے میں جو آثار و اخبار مروی ہیں ان پر ایک ناقدانہ نظر، اور اس نقطۂ بحث پر گفتگو جس کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع عمل میں آیا۔